فضل کبیر
لیکچرر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور
ڈاکٹر سبحان اللہ
صدر شعبہ اردو گورنمنٹ ڈگری کالج لاہور (صوابی)
ڈاکٹر انور علی
اسسٹنٹ پرفیسر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

خطباتِ اقبال: تعارف واہمیت

Fazal Kabir
Lecturer Deptt; of Urdu Islamia College University Peshawar.
Dr.Subhan Ullah
Head of Urdu Deptt; Govt Degree College Lahor (Swabi).
Dr.Anwar Ali
Assistant Professor, Deptt; of Urdu Islamia College University Peshawar.

Iqbal,s Addresses: Introduction and Importance

This study deals with the content analysis of some of the famous speeches of Alama Iqbal. The researcher has tried to answer some of the question related to Iqbal’s Speeches. For instance, why did Iqbal decide to give these speeches? and, later on, publish the same. What was the impact of these speeches, the inspiration behind them, and the significance of time and place of the speeches? Similarly, the importance and need of the subject matter of the speeches and the selection of language in which he delivered the speeches and later on the languages in which they were translated have been discussed.

Key Words: *The Reconstruction, Khutbat Iqbal, ALigar, Mesoor, Banglor, Haider Abad.*

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اپنے فلسفیانہ افکار نہ صرف شاعری جیسی لطیف صنفِ سخن میں پیش کیے ہیں بلکہ نثر میں بھی مؤثر انداز میں اس کا اظہار کیا ہے۔ شاعری کی طرح ان کی نثر بھی علم و دانش کا خزینہ ہے۔ شاعری میں اگر وہ روایتی علامات میں تازہ روح پھونک کر روح عصر سے مکالمہ کرتا ہے، تو نثر میں سائنٹفک اور تجزیاتی انداز

اختیار کر کے عہد حاضر کی آنکھوں کو بصیرت عطا کرتے ہیں۔

نثر سے گہری دلچسپی نہ رکھنے کے باوجود وہ ۱۹۰۳ء میں اقتصادیات کے موضوع پر "علم الاقتصاد" جیسی کتاب لکھ چکے تھے جو ان کی پہلی باضابطہ نثری تصنیف تھی۔ اس کتاب کو انھوں نے اپنی علمی کوششوں کا ثمر بھی قرار دیا تھا۔ اقبال اپنے افکار کی تبلیغ کے لیے شاعری ہی کو موزوں وسیلہ سمجھتے تھے، لیکن دوسروں کو شاذ ہی شاعری کا مشورہ دیا کرتے تھے، بلکہ دوسروں کو نثر میں لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ مولوی احمد علی شاب صاحب (۱۹۷۷-۱۹۰۳) کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"دوستانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے فرصت کے اوقات کے لیے شاعری سے بہتر مصرف تلاش کریں اگر اردو کی خدمت کا شوق ہو تو اس وقت نظم سے زیادہ نثر کی ضرورت ہے۔"(۱)

اسی طرح میاں ایم اسلم صاحب (۱۹۸۳-۱۸۸۵) نے اپنے مضمون (راوی، اقبال نمبر ۱۹۷۴ء) میں یہ انکشاف کیا ہے کہ "وہ اقبال کے کہنے پر نثر کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔"(۲) اس کی بڑی وجہ شاید یہ ہو کہ اقبال کو یقین تھا کہ ہر شاعر کا ذہنی معیار اتنا بلند نہیں ہو سکتا کہ روایتی اور گھسے پٹے مضامین سے اعلی تخلیقی سطح پر انحراف کر کے شعری کائنات کو فکر آشنا کر سکے۔

نظم ہو کہ نثر، علامہ دونوں میں قرآن مجید فرقان حمید سے روشنی حاصل کر کے اسلام کی احیا کے لیے مجتہد کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ ان کی نثری تخلیقات میں ان کے انگریزی خطبات جو " The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam" کے نام سے شائع ہوئے ہیں کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ یہ خطبات پہلی دفعہ مدراس میں، اس کے بعد علی گڑھ اور حیدر آباد میں پڑھے گئے۔ پہلے چھ خطبات جو ہندوستان میں پڑھے گئے تھے وہ ۱۹۳۰ء کو لاہور میں " Six Lectures on the Reconstruction of Religious Thoughts in Islam" کے نام سے شائع ہوئے تھے۔ اس کے بعد انگلستان میں ایک اور خطبہ بعنوان 'Is Religion Possible?' دینے کے بعد ۱۹۳۴ء میں انگلستان میں " Reconstruction of Religious Thoughts in Islam " کے نام سے یہ خطبات منظر عام پر آئے۔

ان خطبات کا محرک نکولس پی اغنیدز "Nicholas P. Aghnides" (۱۹۷۹-۱۸۸۳) کی کتاب 'مسلمانوں کے نظریاتِ مالیات' (Mohammedan Theories of Finance) بنی، جو ۱۹۱۶ میں کولمبیا یونی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ورسٹی نیویارک سے شائع ہوئی تھی۔ چودھری رحمت علی خان (۱۸۹۷-۱۹۵۱)اُس وقت امریکہ میں موجود تھے جہاں وہ مسلم ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے۔ انھوں نے یہ کتاب علامہ اقبال کو بھیجی۔ مذکورہ کتاب مطالعہ کرنے کے بعد اقبال کی علمی جستجو اور تحقیقی لگن میں اضافہ ہوا۔ اس موضوع پر خود بھی مطالعہ کے ساتھ ساتھ غور و فکر کرتے رہے اور دیگر علما سے بھی مکالمے اور مراسلے کے ذریعے تبادلہ خیال مصروف رہے۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی لکھتے ہیں:

> "یہ صبح ۸۔۹ بجے کا واقعہ ہے۔ میں وہاں سے نکل کر اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا اور پھر بعد دوپہر ۳۔۴ بجے کے قریب اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا"ماسٹر! وہ کتاب جو تم دے گئے تھے، بہت دلچسپ ہے۔ اس میں ایک مقام ہے، جس کی تحقیق لازمی ہے"۔(۳)

اقبال کے خطبات کا فوری محرک بننے والا جملہ یا مقام؛ جس کے متعلق انھوں نے کہا تھا کہ اس کی تحقیق لازمی ہے۔ یہ ہے:

> "As regards the ijma, some hanifities and the mu'tazilities held that the ijma can repeat the Koran and the Sunnah."(۴)

اسے پڑھنے کے بعد اقبال میں علمی جستجو بڑھی اور پھر اس سلسلے میں مختلف لوگوں سے استفسار اور تبادلہ خیال کرتے رہے جن میں سید سلیمان ندوی(۱۸۸۴-۱۹۵۳)، ابوالکلام آزاد(۱۸۸۸-۱۹۵۸)، لدھیانہ کے مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی(۱۸۹۲-۱۹۵۶)، مولوی محمد امین الدین لدھیانوی اور لاہور کے سیّد طلحہ، مولانا اصغر علی روحی(۱۸۷۶-۱۹۵۴) اور مولانا غلام مرشد (۱۸۹۴-۱۹۷۹) شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اقبال خود بھی اس موضوع پر غور و فکر کرتے رہے۔ اس کے بعد ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو "اسلام میں اجتہاد"(۵) کے نام سے انگریزی میں خطبہ تیار کر کے حبیبیہ ہال لاہور میں سر عبدالقادر (۱۸۷۲-۱۹۵۰) کی صدارت میں ایک اجلاس میں پڑھا۔ خطبات کا چھٹا خطبہ "The Principle of Movement in the Structure of Islam" اسی تقریر کی ترمیم شدہ صورت ہے۔

اسی دوران انھیں مدراس کی "مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سدرن انڈیا" کی طرف سے اسلام سے متعلق موضوعات پر خطبات دینے کی دعوت دی گئی۔ اس ایسوسی ایشن کو قائم کرنے والے سیٹھ جمال محمد نہ صرف

یہ کہ بین الاقوامی تاجر تھے بلکہ عالم فاضل انسان بھی تھے۔ اس ادارے کا مقصد مسلمان علمی شخصیات کو اسلام سے متعلق موضوعات پر لیکچرز دینے کے لیے مدعو کرنا تھا۔ اقبال نے ان کی دعوت قبول کی لیکن خطبات کی تعداد اور تاریخ کا تعین مستقبل پر چھوڑ دیا۔ اس سے پہلے مدراس میں ۱۹۲۵ء کو سید سلیمان ندوی (۱۹۵۳-۱۸۸۴) سیرت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ لیکچر دے چکے تھے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اقبال نے انجمن حمایتِ اسلام کے ۲۴ ویں سالانہ جلسے میں " The Spirit of Muslim Culture" کے موضوع پر ایک تقریر کی تھی جس میں پانچویں خطبے سے متعلق کئی نکات واشارات موجود ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ خطبات کی تیاری ۱۹۲۷ء میں ہی شروع ہو چکی تھی۔ علامہ کا مدراس میں چھ لیکچرز دینے کا پروگرام تھا لیکن دسمبر ۱۹۲۷ تک بمشکل تین خطبات مکمل ہوئے۔ خطبات کی تیاری کے سلسلے میں وہ سید سلیمان ندوی سے بذریعہ خط وکتابت بھی تبادلۂ خیال کرتے رہے اور کئی کتابیں بھی منگوائیں۔ علامہ ۵ جنوری ۱۹۲۹ء کی صبح ساڑھے سات بجے مدراس پہنچے اور شام پانچ بجے گوکھلے ہال میں پہلا خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد ۶ جنوری کو دوسرا اور ۷ جنوری کو تیسرا خطبہ پڑھا۔ تینوں خطبات کے اقتباسات مدراس کے اکثر و بیشتر انگریزی اخباروں میں شائع ہوتے رہے۔ یہی خطبات پھر میسور، بنگلور اور حیدرآباد دکن میں بھی پڑھے گئے۔

اُس زمانے میں اقبال کے خطبات کا برصغیر میں چرچا ہوا تو علی گڑھ یونی ورسٹی کے شعبۂ فلسفہ نے بھی خواہش ظاہر کی کہ وہ علی گڑھ آکر جامعہ میں خطبات پیش کریں۔ تین خطبات تو مدراس کے لیے تیار ہو کر پڑھے گئے تھے، باقی پر بھی عرق ریزی سے کام شروع کیا گیا۔ علی گڑھ یونی ورسٹی کی دعوت نے خطبات کی اہمیت اور ضرورت مزید بڑھائی، تو اس منصوبے کو تکمیل آشنا کرنا اور بھی ضروری ہو گیا۔ اس لیے اپنی ذاتی مصروفیات (وکالت اور دیگر مصروفیات) کے باوجود اقبال خطبات کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ۴ / اگست ۱۹۲۹ء کو محمد جمیل خان کے نام خط میں لکھتے ہیں:

> "The courts are closed for summer vacations and I am writing down my remaining three lectures which I hope to finish by the end of October."[۶]

اس کے بعد ۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو ایک اور خط میں محمد جمیل خان کو اطلاع دیتے ہیں:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"My lectures are now finished and will be delivered at Aligarh probably in this very month."(۷)

اقبال نے سر راس مسعود نواب مسعود جنگ بہادر (۱۹۳۷-۱۸۸۹) کی درخواست پر تمام خطبے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں پڑھنے کی ہامی بھری۔ ۱۷ نومبر ۱۹۲۹ء کو اقبال لاہور سے علی گڑھ روانہ ہوئے اور ۱۸ نومبر کو وہاں پہنچے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ پروفیسر محمد عبداللہ چغتائی بھی تھے۔ ۱۹ نومبر کو شام چھے بجے سٹریچی ہال میں پہلا خطبہ دیا۔ اسی طرح چھے دن مسلسل یہ چھے خطبات بالترتیب دیے۔ ان تمام دنوں میں ہال لوگوں سے بھرا ہوتا ،چھٹے خطبے کے آخر میں ڈاکٹر ظفر الحسن نے صدارتی خطبہ دیا، جس میں انھوں نے بھی مختصراً مذہب ، فلسفہ اور سائنس پر مختصر اًبات کی اور اس کے ساتھ ساتھ اقبال کا شکریہ بھی ادا کیا۔

علی گڑھ سے واپس آنے کے بعد اقبال نے ان خطبات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی کوشش شروع کی۔ ان کی اشاعت کا خیال اُن کے ذہن میں ۱۹۲۸ء سے ہی موجود تھا اس لیے کہ میر غلام بھیک نیرنگ (۱۹۵۲-۱۸۷۶) کو ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کو خط میں لکھتے ہیں:

"آئندہ دسمبر تک یہ تمام لیکچر تیار ہو کر چھپ جائیں گے۔ اس وقت میں آپ کی خدمت میں ایک کاپی بھیج سکوں گا۔"(۸)

غالباً انھوں نے ان خطبات کو کتابی صورت میں اسی سال شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ذاتی مصروفیات کی وجہ سے وہ فوراً ایسا نہ کر سکے۔ بہر حال ۲۷/ اپریل ۱۹۳۰ء کے خط میں نذیر نیازی کو لکھتے ہیں:

"کتاب چھپ گئی ہے، اس کی جلد بندی ۶ مئی تک ختم ہو جائے گی۔"(۹)

اور ہوا بھی یوں کہ کچھ کتابیں مئی کے آغاز میں ہی چھپ گئیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

" پروفیسر آر۔ اے نکلسن کو پیش کردہ نسخے پر ۵ مئی ۱۹۳۰ء اور سر مانٹیگو بٹلر کو پیش کردہ نسخے پر ۶ مئی ۱۹۳۰ء کی تاریخ درج ہے۔"(۱۰)

اس کتاب کا نام "Six lectures on Reconstruction of Religious Thoughts in Islam" رکھا گیا۔ دور دور تک جب اس کا چرچا ہوا تو اگست ۱۹۳۲ء میں انگلستان کی ارسطاطلین سوسائٹی نے انھیں فلسفیانہ موضوع پر لیکچر دینے کی دعوت دی۔ اقبال نے اُن کی یہ دعوت قبول کی اور "Is Religion Possible?" کے عنوان سے ایک خطبہ تیار کیا۔ سال کے آخر میں جب وہ تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے انگلستان گئے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تو مذکورہ خطبہ سوسائٹی کے اجتماع میں پڑھا۔ وہاں علمی حلقوں میں اس خطبے کو خوب پذیرائی ملی۔ اقبال کے ایک مداح لارڈ لودین "Lord Lothin" کے ایما پر آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس نے خطبات کی دوبارہ اشاعت کی ذمہ داری اٹھائی۔ مئی ۱۹۳۴ء میں یہ کتاب وہاں سے چھپ گئی، کچھ ہی دنوں میں کتاب انگلستان سے ہندوستان پہنچی۔ اس میں ساتویں خطبے کا اضافہ کیا گیا تھا اور کتاب کے نام سے "Six lectures on" کے الفاظ حذف کرکے نام "Reconstruction of Religious Thoughts in Islam" لکھ دیا گیا۔

ایک طرف مختلف لوگوں نے اردو میں ان خطبات کے تراجم کیے ہیں تو دوسری طرف بہت سے لوگوں نے ان خطبات کو اپنے مباحث کا موضوع بنایا ہے۔ ترجمہ نگاروں میں سید نذیر نیازی کا نام سرفہرست ہے۔ سید نذیر نیازی نے "تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے یاد رہے کہ یہ نام اقبال ہی کا تجویز کردہ ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں ہو کہ ترجمے کا کام پہلے ڈاکٹر سید عابد حسین (۱۹۷۸-۱۸۹۶) کو سونپا گیا تھا لیکن انھوں نے مصروفیت کی بنا پر معذرت ظاہر کی تو قرعہ فال سید نذیر نیازی کے حصّے میں آیا۔ سید نذیر نیازی نے ترجمہ شروع کیا اور پھر کچھ حصّہ نمونے کے طور پر انھیں دکھایا۔ ڈاکٹر ہارون الرشید تبسّم لکھتے ہیں:

> " علامہ نے ترجمہ ملاحظہ فرمایا اور بعض الفاظ اور مصطلحات حتٰی کہ عبارتوں تک کی اصلاح کی اور کام جاری رکھنے کے لیے کہا۔ علامہ نے سب سے زیادہ اس بات پر زور دیا کہ ترجمہ آسان الفاظ میں کیا جائے۔ "(۱۱)

اس کے بعد خلیفہ عبدالحکیم (۱۹۵۹-۱۸۹۳) نے " تلخیصخطباتِ اقبال" کے نام سے اس کی تلخیص اور ترجمہ پیش کیا، شہزاد احمد (۲۰۱۲-۱۹۳۲) نے "اسلامی فکر کی نئی تشکیل" کے نام سے خطبات کا ترجمہ کیا جبکہ جاوید اقبال (۲۰۱۵-۱۹۲۴) نے " خطباتِ اقبال، تسہیل و تفہیم" کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں نے خطبات پہ کام کیا ہے ان میں محمد سہیل عمر، پروفیسر محمد عثمان، ڈاکٹر محمد آصف اعوان، ڈاکٹر وحید اور ڈاکٹر عشرت، ڈاکٹر سمیع الحق اور محمد شعیب آفریدی وغیرہ شامل ہیں۔

خطبات جن عناوین کے تحت ترتیب دیے گئے ہیں، ذیل میں درج ہیں:

1. Knowledge and Religious Experience
2. The Philosophical test of the Revelations of Religious Experience

3. The conception of God and the meaning of Prayer
4. The Human Ego- His freedom and immortality
5. The Spirit of Muslim Culture
6. The Principle of Movement in the structure of Islam
7. Is Religion Possible?

چوں کہ خطبات میں علامہ کے پیش نظر فلسفیانہ مباحث تھے، اس لیے اوسط ذہن کے قاری کو تفہیم میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کا احساس علامہ کو بھی تھا اس لیے سید نذیر نیازی کو لکھتے ہیں:

> "مجھے اس میں شبہ ہے کہ عام لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔ علما جنھوں نے فلسفے کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے، وہ میرا مقصد سمجھ سکیں گے۔"(۱۲)

سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ خطبات کن لوگوں کے لیے تحریر کیے گئے تھے؟ ان فلسفیانہ مباحث یا ان خطبات کی ضرورت کیا تھی؟ ان خطبات کا مقصد یا ان کی اہمیت کیا تھی اور کیا ہے؟۔ اوّل الذکر سوال کا جواب اقبال نے خود دیا ہے:

> " ان لیکچروں کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں، اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفہ اسلام کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے اور اگر پرانے خیالات میں خامیاں ہیں تو ان کو رفع کیا جائے۔"(۱۳)

دوسرا سوال یہ کہ ان خطبات کی ضرورت یا اہمیت کیا تھی یا یہ خطبات کیوں لکھے گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان خطبات کا مقصد اسلامی فکر کو جدید فکر سے ہم آہنگ کر کے، جدید عہد کے ذہنوں کے لیے قابلِ قبول بنایا جا سکیں۔ کیوں کہ اُس دور کا مسلمان مذہب سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ ہر چیز اور ہر مسئلے کا یونانی فلسفہ ور سائنس کی نظر سے تجزیہ کیا کرتا تھا۔ اس دور کے مسلمان کا مغربی کلچر میں از حد دلچسپی سے علامہ پریشان تھے، کہ مادہ پرست کلچر کی چمک کہیں ہماری نظر کو اتنا خیرہ نہ کر دیں کہ ہم اس کلچر کے حقیقی باطن تک پہنچنے کے قابل نہ رہ سکیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> "پچھلے پانچ سو برس سے اسلامی فکر عملی طور پر جمود کا شکار ہے' ایک وقت تھا جب دنیا اسلام سے روشنی حاصل کرتی تھی' جدید تاریخ کا سب سے قابل ذکر مظہر

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

> (Phenomenon) یہ ہے کہ دنیائے اسلام انتہائی تیزی کے ساتھ روحانی طور پر مغرب کی طرف سفر کر رہی ہے۔ اس تحریک میں کوئی خرابی نہیں ہے' کیونکہ یورپی ثقافت کا عقلی پہلو' اسلامی ثقافت کی بعض بہت ہی اہم سطحوں کی توسیع ہے۔ ہمیں محض اسی بات کا خوف ہے کہ یورپی ثقافت کے خارج کی خیرہ کر دینے والی روشنی ہمارے پاؤں نہ پکڑ لے اور ہم اس ثقافت کے باطن تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔"(۱۴)

ان خطبات میں اقبال مسلمانوں پر روحانی واردات کی اہمیت بھی واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے بھی علم حاصل کیا جا سکتا ہے انھوں نے قرآنی آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مابعد الطبیعات، طبیعیات یا مادے اور زمان و مکان سے متعلق فکری یا تجربی علوم کے نئے انکشافات کی تصدیق قرآن سے کی جا سکتی ہے۔ وہ جب روحانی ذریعۂ علم کی بات کرتے ہیں تو مادی یا سائنسی تعلیم کے حق میں دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کائنات سے بھی جڑا ہوا ہے اور اسلام سے بھی۔ وہ انسان کو مشاہداتی یا تجربی علوم کی تحصیل سے تسخیرِ کائنات کی دعوت دیتا ہے۔ اسی حوالے سے وہ قرآن مجید کے سورہ العنکبوت کی آیات پیش کرتے ہیں جن کا ترجمہ ہے:

> " ان سے کہو زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی۔ پھر اللہ باردگر بھی زندگی بخشے گا۔"(۱۵)

علامہ کے تمام خطبات میں قرآن پاک کی آواز انقلاب انگیز سنائی دیتی ہے۔ انھوں نے خطبات میں تقریباً ۱٦۴ آیات کا انگریزی ترجمہ پیش کیا ہے۔ اقبال کے خیال میں قرآن وہ کتاب ہے جو خیال سے زیادہ عمل پر زور دیتی ہے۔ اقبال روایت کی اہمیت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ انھوں نے تقلید کی روش کو رد کرتے ہوئے روایت کی باز آفرینی تخلیق کے لیے اہم مانتے ہیں، اس لیے کہ روایت کسی قوم کی تاریخ ہوتی ہے اور علامہ نے تاریخ کو ذریعۂ علم قرار دیا ہے۔ دیباچے میں لکھتے ہیں: "اسلام کی فلسفیانہ روایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے' انسانی آگہی کی حالیہ صورتِ حال کو بھی مدِ نظر رکھا ہے۔"(۱۵) اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ روایت کی پاسداری کرتے ہوئے حال کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

خطبات میں مشرقی اور مغربی مفکرین، علما، فقہا، ادیبوں، فلسفیوں اور سائنسدانوں کے حوالے یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں؛ کہ علامہ مطالعے اور تحقیق کی بنیاد پر ان خطبات کو مرتب کر گئے ہیں۔ خطبات میں جن

موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے، ان میں مذہبی عقائد سے متعلق بعض اہم موضوعات کی نشان دہی کرتے ہوئے ڈاکٹر آصف اعوان لکھتے ہیں:

"اقبال نے اپنے خطبات میں مذہبی عقائد سے متعلق بعض نہایت اہم موضوعات مثلاً وجود باری تعالیٰ، کشف و وجدان، قصہ آدم کی حقیقت، نبوت، کائنات میں کار فرما مابعد الطبیعیاتی تخلیقی اور ارتقائی عمل، حیات بعد الموت، روز آخرت، برزخ، جنت، دوزخ، صوفیانہ مذہبی تجربہ اور زماں (time) کی مابعد الطبیعیاتی حیثیت وغیرہ پر نہایت عقلی و منطقی انداز میں گفتگو کی ہے۔"(۱۶)

علامہ نے یہ خطبات مغربی استعمار کے عہد میں لکھے ہیں۔ یہ وہ دور تھا جس میں مغربی آقاؤں نے مذہب کو فلسفہ اور سائنس کے مقابلے میں کمتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس دور کا انسان حسی معیارات سے چیزوں کو پرکھنے پر یقین کرنے لگا۔ جس کی وجہ سے مذہب پر اس کا اعتقاد کمزور پڑنے لگا۔ اس عہد کے انسان کے منطقی اور سائنسی ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے مذہب کی تعبیر نو وقت کا اہم ترین تقاضا تھا۔ علامہ نے جدید ذہن کے مسائل سامنے رکھتے ہوئے مذہب کی تشکیل نو کے لیے جدید سائنسی اور فلسفیانہ انداز اختیار کیا۔ اس انداز نظر پر بات کرتے ہوئے پروفیسر عبد الجبار شاکر رقمطراز ہیں:

"اقبال نے علوم جدیدہ کی روشنی میں دینی افکار کا ایک ایسا جائزہ مرتب کیا ہے جو سراسر ایک اجتہادی کام ہے۔"(۱۷)

اگرچہ اقبال کے افکار پر بہت زیادہ اعتراضات بھی کیے گئے ہیں مگر قلندر لا الہ کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ ان تمام تر اعتراضات کے باوجود اقبال کی فکر مسلم امہ کے بوسیدہ وجود میں تازہ روح بن کر نیا اساس فراہم کرنے میں کامیاب رہی۔

حوالہ جات

۱۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۵۱ء، ص ۵۷۹
۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر، اقبال (شخصیت افکار و تصورات، مطالعہ کا نیا تناظر)، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۹۵

۳۔ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، اقبال کی صحبت میں، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۰۰

۴۔Nicolas P. Aghnides, Mohammaden Theories of Finance, Columbia University New York, 1916, P. 91

۵۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، خطباتِ اقبال، زاہد بشیر پرنٹرز لاہور، مارچ ۲۰۱۴ء، ص ۲۰

۶۔B.A.Dar, Letters and writings of Iqbal, Iqbal Academy Pakistan Lahore, 1981, P. 28

۷۔B.A.Dar, Letters and writings of Iqbal, P. 30

۸۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی، گڑھ، ۱۹۵۱ء، ص ۲۲۱

۹۔سید نذیر نیازی، مکتوباتِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۲۳

۱۰۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۳۱۷

۱۱۔ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم، ذخیرۂ اقبال، بک کارنر جہلم، مارچ ۲۰۱۷ء، ص ۲۱۴

۱۲۔سید نذیر نیازی، مکتوباتِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۲۴

۱۳۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۵۱ء، ص ۲۲۱

۱۴۔شہزاد احمد، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مکتبہ خلیل لاہور، جنوری ۲۰۱۴ء، ص ۲۳

۱۵۔ایضاً، ص ۱۶

۱۶ ۔ ڈاکٹر آصف اعوان، پیش لفظ، مشمولہ، معارف خطبات اقبال، نشریات: ۴۰ اردو بازار ،لاہور، بار سوم ، ۲۰۱۸، ص:۹

۱۷۔پروفیسر عبدالجبار شاکر، حرف اول، مشمولہ، معارف خطبات اقبال (ڈاکٹر آصف اعوان) ص:۱۷